رسائل و مسائل

ٹیلی وژن کے متعلق ایک فتویٰ

سوال :- ۲۲ جنوری ۱۹۸۲ء کے جسارت میں "شریعت کی روشنی" میں ٹی - وی کے متعلق سوال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اُسے دیکھنا، اُسے اپنے گھر میں رکھنا حتیٰ کہ اسلامی پروگرام بھی دیکھنا ناجائز ہے - ایک مستند عالمِ دین اور مفتی کی جانب سے فتویٰ شائع ہو جانے کے بعد، میں عام مسلمانوں سے تو نہیں اُن لوگوں سے جو اپنے آپ کو دینِ اسلام کو غالب کرنے کا پابند کہتے ہیں، پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس فتوے کے بعد ان کا کیا خیال ہے - آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو وقت دیا ہے، اُس میں سے حلال روزی کمانے کے بعد کہاں سے وقت مل جاتا ہے کہ دین کی اشاعت کے ساتھ ساتھ آپ ٹی - وی سے تفریح لے سکیں -

آپ کی دیکھا دیکھی عام مسلمانوں نے بھی ٹی - وی خریدنا شروع کیا - اور اگر آپ یہ کہیں کہ ہم نے عام مسلمانوں کی دیکھا دیکھی ٹی - وی خریدا تو یہ آپ کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے کیونکہ آپ تو امام تھے، آپ مقتدی کیوں بن گئے؟ میں پوچھتا ہوں کہ اصلاحِ معاشرہ کی غرض سے آپ ملاقاتیں کس سے کرنے جاتے ہیں؟ عام لوگ تو اب اس کے اتنے رسیا ہو چکے ہیں کہ وہ ٹی وی پروگراموں کو چھوڑ کر کسی ناصح کی بات سننا گوارا نہیں کرتے علاوہ ازیں ٹی وی کو گھروں میں رکھتے ہوئے آپ خود بھی ملاقاتوں کے لیے نہیں جا سکتے - ٹی - وی کے نقصانات سے گھر گھر کراہ رہا ہے لیکن اب کیا کیا جائے ؏ اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

دین پسند حضرات ذرا سوچیں کہ اس سائنسی مشین نے کتنے بڑے پیمانے پر نوجوان بچوں اور بچیوں اور طلبہ اور طالبات کے اخلاق کا ستیاناس مار رہا ہے۔ چند سال پیشتر مسلمان سینما بینی کو اور فلموں میں کام کرنے والوں کو کتنا معیوب سمجھتے تھے۔ لیکن آج وہی سینما گھر گھر کھل گیا ہے اور دل پسند پروگراموں کے وقت سڑکیں سنسان ہو جاتی ہیں اور بازاروں میں اُلو بولنے لگتا ہے اور پوری قوم اپنا کام چھوڑ کر ٹی۔وی سیٹ کے گرد بیٹھ جاتی ہے۔ ایجاد کرنے والوں نے کیسا شبخون مارا ہے۔

ایک مسلم کے شب و روز تو کچھ اس طرح کے ہونے چاہییے تھے کہ وہ فرائض کے علاوہ نوافل سے اللہ کا قرب حاصل کرتا۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا۔ بلند ترین تقویٰ کے حصول کے لیے کوشاں ہوتا اور رات دن ایک کر کے اپنے ملک سے لادینی نظریات کا دیس نکالا کرتا، بھوک اور غربت کے خاتمے کے لیے اپنی اجتماعی جدوجہد کرتا، کیا ان تمام کاموں کے کرنے میں ٹی۔وی مانع نہیں ہے؟ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر سو فیصد بھی اسلامی پروگرام پیش کیے جانے لگیں تو اللہ اور اس کے رسولؐ کا بول بالا کرنے والوں کے پاس انہیں دیکھنے کا وقت نہ مل سکے گا۔

اگر آپ ملک کی اصلاح چاہتے ہیں تو آپ پہل کر کے ٹی۔وی کی چھتریاں اپنے مکانوں سے اُتار پھینکیے، تبھی آپ دوسروں پر اپنا اخلاقی اثر ڈال سکیں گے۔ اور آپ کی تبلیغ کارگر ہو سکے گی۔

جواب: میں نے آپ کے مراسلے کو بغور پڑھا۔ آپ کے جذبۂ ایمانی کی میں قدر کرتا ہوں۔ مگر میں کسی معاملے میں انتہا پسندانہ نقطۂ نظر سے کام لینے کے بجائے معقول اور معتدل اندازِ فکر کو پسند کرتا ہوں[1]

---

[1] سوال کی نوعیت ایک مراسلے کی تھی اس لیے پہلے تو میں نے یہ لکھ دیا تھا کہ اس سوال و جواب کو ترجمان القرآن میں شائع نہیں کیا جائے گا۔ بعد میں مسئلے کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے سابق مختصر جواب کو تبدیل کیا اور متعدد نکات کا اضافہ کیا اور شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ (مدیر)

مسئلہ ایک تو فی نفسہٖ ٹیلی وژن کی ایجاد اور صوت و صورت کے دُور تک نظام انتقال کا ہے۔ یعنی آیا اس سے تمدن کی کوئی مفید خدمت لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ ساتھ ہی یہ بھی کہ کیا دعوتِ اسلامی اور تعلیمات اسلامی یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں اس کی کوئی افادیت ہوسکتی ہے؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ٹیلی وژن پروگراموں کی جس موجودہ شکل کے ساتھ کام کر رہا ہے اُسے قبول کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

پہلے سوال کے جواب میں یہ حقیقت سامنے رکھیے کہ کوئی شے یا آلہ یا مشین فی نفسہٖ حرام نہیں ہے، الا یہ کہ شارع اُس کی حرمت کا فتویٰ دے۔ اس لحاظ سے فی نفسہٖ ٹیلی وژن کے نشری اور قبولی آلات اور اُن کے ذریعے کام کرنے والا سمعی و بصری سسٹم حرام یا ممنوع نہیں ہے۔ بصورتِ دیگر ٹیلی وژن کے خلاف چھڑنے والی جنگ ایسی ہی ہوگی جیسے ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر، کیسٹ یا ایسی ہی دوسری ایجادات کے خلاف معرکہ شروع کر دیا جائے۔ ایسی جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہی کہ ایک دلچسپ اور مؤثر ایجاد پھیلتی چلی جائے گی، لوگ اس سے فائدہ اُٹھائیں گے اور زیادہ تر غلط صورتوں میں اُٹھائیں گے اور امتناعی فتوے دینے والے اپنے فتوے ہاتھوں میں لیے پیچھے رہ جائیں گے۔ کامل بائیکاٹ کے نتیجے میں داخلی طور پر اصلاح کی کوشش کرنے کا بھی کوئی موقع نہ رہے گا۔

اس دوران میں ٹیلی وژن ہمارے آپ کے نہ دیکھنے اور چھتریاں اُتار دینے کے باوجود پھیلتا رہے گا، جب کہ آپ اپنے نقطۂ نظر کے مطابق اس تحریک کے لیے عوام کو تیار نہیں کرسکتے کہ ٹیلی وژن کو پاکستان میں بند کر دیا جائے اور آلات کا رکھنا خلافِ قانون قرار دے دیا جائے۔ اگر فلمیں چل رہی ہیں تو ٹیلی وژن بھی کام کرتا رہے گا۔

رہا دوسرا سوال، سو کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ اسلامی معیارات کے لحاظ سے ہمارے ہاں ٹیلی وژن کے پردے پر غلط مواد بھی آتا ہے، غلط کردار بھی آتے ہیں، غلط نظام الاقدار بھی رائج ہے اور غلط اثرات و نتائج بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ مگر تھوڑے سے بہت اچھے پہلو بھی ہیں اور وہ اس وجہ سے ہیں کہ کچھ لوگ داخلی اصلاح کے لیے ایک حد تک اثرانداز ہوئے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مزید

اصلاح اور بہتری بھی ممکن ہے۔

موجودہ پروگراموں کی صورت میں خرابی کا جو غلبہ ہے اس کی وجہ سے اگر کچھ لوگ ٹیلی وژن دیکھنے سے اجتناب کرسکیں تو یہ مقام عزیمت ہے، مگر ایسے محتاط لوگ بھی ہوسکتے ہیں جو صرف اچھے معلوماتی، تفریحی اور خبری پروگراموں کو تو دیکھیں اور جہاں روشنی، رنگ اور آواز کی لہریں خرابی کا کوئی گرداب پیدا کریں وہ سوئچ کو آف کردیں۔

تبلیغ اور وقت کا جو مسئلہ آپ نے چھیڑا ہے تو سوال یہ ہے کہ وقت تو اخبار پڑھنے اور ریڈیو سننے پر بھی صرف ہوتا ہے۔ تبلیغ کا یہ تصور تو بہت ہی بھاری تصور ہے کہ جو آدمی دین کا کام کرے وہ پھر معاش اور خانگی امور کے علاوہ سوائے تبلیغ یا اذکار و نوافل کے اور کسی جانب توجہ نہ کرے۔ تفریح (اگر جائز حدود میں ہو تو) کا بھی انسانی زندگی میں ایک خانہ ہے اور کوئی شخص اس خانے کو یکسر خالی نہیں رکھ سکتا۔ کبھی نہ کبھی وہ ادب کا مطالعہ کرے گا، کبھی وہ کوئی کھیل دیکھ لے گا۔ کبھی عمارات و عجائبات یا مناظرِ قدرت دیکھنے نکلے گا، دریا یا سمندر اور جنگل یا باغ کی سیر کرے گا، تالاب میں تیرے گا۔ اس سے نیچے کی سطح پر وہ مختلف مسائل پر بحث کرے گا ------ گپ لڑائے گا یا لیٹ کر خیال آرائی کرے گا۔ حضورؐ تک کی انتہائی مصروف زندگی بھی تفریح سے یکسر خالی نہ تھی۔ تفریح مسلسل سنجیدہ محنتوں کی اکتاہٹ سے نکال کر آدمی کو نئی قوت دیتی ہے اور وہ نسبتاً زیادہ اور بہتر کام کرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔ لہٰذا یہ دلیل زوردار نہیں ہے کہ جس کے سامنے تبلیغ دین کی مہم ہو وہ اپنا سارا وقت ماسوائے معاش کے تبلیغ اور ذکر و نوافل میں صرف کرے۔

قابل توجہ امر یہ بھی ہے کہ آپ نے تو سوچ سمجھ کر رضاکارانہ طور پر ایک مسلک اپنایا اور اسے نبھا سکتے ہیں۔ آپ کی اولاد اور آگے ان کی اولادیں ممکن ہے کہ اتنی سعادت مند ہوں کہ آپ کے جبری فیصلے کو ہنسی خوشی قبول کرلیں۔ مگر کیا آپ کی گرفت سے آزاد ہوکر بھی، اور گھر کی فضا میں بھی ان میں ٹیلی وژن سے بچنے کا رضاکارانہ جذبہ کام کرے گا۔ اگر نہیں تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ آپ ٹیلی وژن کی کھڑکی بند کرکے ان کو خلا میں نہیں چھوڑ سکتے۔ پھر کوئی اور بہتر تفریح ان کو مہیا کیجیے۔ ورنہ اولادوں کی نفسیاتی پیچیدگیاں گھروں میں محاذ پیدا کردیں گی۔

کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ جس طرح اسلام کے ہر علمبردار کا فرض ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبے کی اصلاح کے لیے اثر ڈالنے کی کوشش جاری رکھے۔ اسی طرح ٹیلی وژن کے کارپردازوں اور متعلقہ وزارت کو اخباری مضامین و مراسلات اور براہ راست لکھے ہوئے خطوط کے ذریعے ہر اس خرابی اور غلطی کو دور کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے، جس کا کسی طرح علم ہو جائے۔ دوسری بڑی مہم اس بات کے لیے یہ ہونی چاہیے کہ آئندہ کی منتخب حکومت میں ایسے افراد کو منتخب کر کے بھیجا جائے جن کی محبتِ اسلام کے لیے اُمید کی جاسکے کہ وہ ٹیلی وژن کے صحیح استعمال کے لیے پورا کام کریں گے۔

ایک ضروری گذارش یہ ہے کہ فتویٰ غلط روی کی اصلاح کا ذریعہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ صرف ان تھوڑے سے لوگوں کے لیے مفید ہو سکتا ہے، جو کسی معاملے میں صرف حکم شریعت جاننے کے محتاج ہوں، عمل پیرا ہونے کا جذبہ اُن میں پہلے سے موجود ہو۔ رہی عوام کی وہ کثیر تعداد جو دین سے بے تعلق ہو کر وقت کی رَو میں بہی جا رہی ہو ان کی اصلاح کا ذریعہ فتوے نہیں ہو سکتے۔ ان کو خدا کے دین اور رسولؐ کی سنّت اور آخرت کی جواب دہی کی دعوت پہلے دیجیے، پھر جب اُن کے اندر پیروئ حق کا جذبہ پیدا ہو جائے تو تدریجاً ان کو اوامر و نواہی بتایئے۔ فتووں کے متعلق دوسری درخواست یہ ہے کہ حلت و حرمت کے قطعی فتوے صرف خدا و رسولؐ کے فراہم کردہ نصوص کی بناء پر دیے جا سکتے ہیں۔ باقی رہے استنباطی و استخراجی مسائل سو اُن میں نقطہ ہائے نظر مختلف ہوتے ہیں اور ان میں دو ٹوک طریق سے حلت و حرمت کا فیصلہ دے کر دوسروں پر نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ میرا خیال ہے کہ آج زیادہ تر معاملات میں افتاء کے طریقے کے بجائے دعوت و تفہیم کے ذریعے اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔

آخر میں مَیں یہ واضح کر دوں کہ ذاتی طور پر میرے پاس ٹیلی وژن نہیں۔ میرا گھر اس کی چھتری کی چھاؤں سے مستفید نہیں ہے۔ بیوی بچوں کو اس کی جھلک دیکھنے کے جو مواقع ملے ان کی بنا پر انہوں نے اسے دیکھنے اور گھر میں رکھنے کو ناپسند کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔